آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ کعبۃ اللہ کی عالمگیر برکات کا ظہور

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵؍مئی ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

❁❁❁

☆ انسانی نفس کو کمال تک پہنچانے کیلئے جس چیز کی بھی ضرورت ہے وہ قرآن میں پائی جاتی ہے۔

☆ تمام آسمانی کتابوں کی خوبیاں اور بنیادی صداقتیں قرآن کے اندر آ گئی ہیں۔

☆ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا جلالی ظہور ہوا ہے۔

☆ انسانی نفس کو روحانی کمالات تک پہنچانے کے لئے جس جس ہدایت اور صداقت کی ضرورت تھی وہ سب قرآن کے اندر پائی جاتی ہے۔

☆ جو بھی قرآن کریم کی اتباع کرتا اور اس کی ہدایت کے پیچھے چلتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی انتہائی برکتوں کا حصہ لیتا اور اس کا انجام بخیر ہوتا ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور پُر نور نے آیت اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (ال عمران: ۹۷) کی تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا۔

میں بتا رہا ہوں کہ ان آیات کریمہ میں تئیس مقاصد تعمیر بیت اللہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ بعثت نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کس طرح پورے ہوئے پچھلے ایک خطبہ میں وُضِعَ لِلنَّاسِ کی تفسیر اس پس منظر میں میں نے پیش کی تھی۔

دوسرا مقصد جو ان آیت میں بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ مُبَارَک ہے میں نے بتایا تھا مُبَارَکٌ کا لفظ یہاں دو معنوں میں لیا جا سکتا ہے۔ اوّل یہ کہ خانہ کعبہ اقوام عالم کے نمائندوں کی قیام گاہ بنے گا اور تمام اقوام سے ایسے لوگ یہاں جمع ہوتے رہیں گے جو روحانی میدانوں کے شیر ہوں گے۔ بہادری کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے ابطال کی یہ قیام گاہ ہوگی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اس معنی میں بیت اللہ ساری دنیا کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مُبَارَکٌ کبھی نہیں ہوا یعنی اقوام عالم کے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل خانہ کعبہ کی، اس بیت اللہ کی محبت اس رنگ میں کبھی پیدا نہیں ہوئی کہ یہ اس کی طرف کھچے چلے آتے اور خانہ کعبہ میں کوئی ایسا سامان بھی نہ تھا کہ اگر اقوام عالم کے نمائندے وہاں پہنچتے تو ان کے دلوں کی تسکین کا وہ باعث بنتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اس لحاظ سے دنیا کا نقشہ بدل گیا اقوام عالم کے دلوں میں ایک طرف بیت اللہ کی محبت پیدا ہوئی تو دوسری طرف ایسے سامان بھی پیدا ہو گئے کہ لوگ وہاں جائیں اور روحانی یا منقولی یا عقلی یا دینی علوم سیکھیں اور وہ ایسے علوم ہوں جو تمام قوموں کو ہر زمانہ کے رہنے والوں کو دینی اور دنیوی فوائد پہنچا سکیں اس معنی کے لحاظ سے تاریخی ثبوت اتنا واضح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ اس غرض کو پورا کیا گیا ہے کہ اس پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

دوسرے معنی مُبَارَكًا کے جو یہاں چسپاں ہوتے ہیں یہ ہیں کہ مکہ کو مولد بنایا جائے گا ایک ایسی شریعت کا جس میں وہ تمام بنیادی صداقتیں اور ہدایتیں جمع کر دی جائیں گی جو انبیاء سابقین کی شریعتوں میں متفرق طور پر پائی جاتی تھیں۔ صرف قرآن کریم ہی ایک ایسی شریعت ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں نے تمام پرانی صداقتوں کو اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے۔ قرآن کریم سے قبل کسی شریعت نے بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا اور نہ وہ ایسا دعویٰ کر سکتی تھے۔ کیونکہ ان کو نازل کرنے والا خدا جانتا تھا کہ ان شرائع کا نزول خاص قوموں اور ایک خاص زمانہ تک کے لئے ہے۔

قرآن کریم نے یہ دعویٰ مختلف آیات میں کیا ہے۔ جن میں سے بعض میں اس وقت اپنے دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام میں فرماتا ہے۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝ (الانعام :۱۵۶)

یعنی یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے اور ایک ایسی شریعت ہے جو مُبَارَكٌ ہے تمام آسمانی کتابوں کی خوبیاں اور ان کی بنیادی صداقتیں گویا بہہ کر اس کے اندر آ گئی ہیں۔ اب تم اس کتاب مبارک کی کامل پیروی کرو (اِتَّبِعُوْهُ) اس سے تمہیں دو فائدے پہنچیں گے۔ ایک تو یہ کہ تم خدا کی پناہ میں آ جاؤ گے خدا تمہاری ڈھال بن جائے گا اور وہ تمام شیطانی وساوس سے تمہیں بچائے گا کیونکہ اس کتاب مبارک کی اتباع کے بغیر تقویٰ کی صحیح راہوں کا عرفان بھی حاصل نہیں ہوتا اور ان پر چل کر اللہ تعالیٰ کی کامل حفاظت کے اندر بھی انسان نہیں آ سکتا اور دوسرا نتیجہ اس کا یہ نکلے گا کہ تُرْحَمُوْنَ اللہ تعالیٰ کے رحم کے تم مستحق ٹھہرو گے اور اس کے انعامات بے پایاں کے نتیجہ میں جسمانی اور روحانی آسودگی حاصل ہوگی۔

اسی طرح دوسری جگہ (سورۃ الانعام میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا۔ (الانعام :۹۳)

یعنی یہ قرآن عظیم الشان کتاب ہے جسے ہم نے اتارا ہے پہلی تمام اُمتوں کی ہر قسم کی برکات کی جامع ہے۔ (مُبٰرَكٌ) اور ان بشارتوں اور پیشگوئیوں کے مطابق نازل ہوئی ہے، جو اس کتاب کے متعلق پہلی کتاب میں پائی جاتی ہیں۔ نیز ان تمام شرائع سابقہ کی بنیادی صداقتوں اور ہدایتوں پر مہر

تصدیق ثبت کرنے والی ہے (اس کے اندر ان کو جمع کر دیا گیا ہے) اسی طرح ابراہیمی قربانیوں اور دعاؤں کا یہ ثمرہ ہے اس لئے تم اہل مکہ اور اہل عرب کو خبر دار کرو کہ جس اکمل شریعت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا ہوا اور موجودہ شریعت تم پر نازل ہوگئی۔ اگر تم اس سے منہ پھیرو گے تو جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ تمہیں پہلے سے خبر دار کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے غضب کے تم مورد بنو گے اور عَذَابُ النَّارِ کی طرف گھسیٹ کر تمہیں لے جایا جائے گا۔

اس آیت میں بڑی وضاحت سے یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ مُبٰرَکٌ کا تعلق نبی اکرم ﷺ کی ذات اور ابراہیم کی پیشگوئیوں کے ساتھ ہے لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا میں یہ مضمون بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے۔

تو ہر دو معنی کے لحاظ سے یہ خانہ خدا مُبَارَکٌ اس وقت بنا جس وقت آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے دنیا کے دل میں مکہ کی محبت پیدا کی گئی اور دنیا کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مکہ میں شریعت اسلامی کا نزول ہوا۔

تیسری غرض تعمیر کعبہ کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ تمام جہانوں کے لئے اسے ہدایت کا مرکز بنایا جائے گا۔ یعنی یہاں ایک ایسی شریعت نازل ہوگی جس کا تعلق کسی ایک قوم یا کسی ایک زمانہ کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ عٰلَمِیْنَ کے ساتھ ہوگا۔ تمام اقوام کے ساتھ ہوگا۔ تمام اکنافِ عالم کے ساتھ ہوگا تمام جہانوں کے ساتھ ہوگا اور تمام زمانوں کے ساتھ ہوگا۔

اس سلسلہ میں پہلی بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ پہلی کتب سماوی کے نزول کے وقت انسان کی کمزور استعدادیں اس لائق نہ تھیں کہ وہ کامل اور مکمل شریعت کی متحمل ہوسکتیں۔ اس لئے ان میں سے کسی کا بھی یہ دعویٰ نہ تھا کہ وہ تمام اقوام عالم اور ہر زمانہ کے لئے ہیں لِلْعٰلَمِیْنَ ہونے کا دعویٰ قرآن سے پہلے کسی شریعت نے نہیں کیا۔ صرف قرآن کریم نے ہی یہ دعویٰ کیا ہے اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ نے ہی دنیا کو پکار کر کہا کہ میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں۔ قرآن کریم میں بہت سی آیات اس مضمون کی پائی جاتی ہیں۔ میں نمونہ کے طور پر چند ایک یہاں بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ (النحل:۹۰)

یعنی ہم نے تیرے پر وہ کتاب اتاری ہے جس میں ہر ایک چیز اور ہر ایک تعلیم کو بیان کر دیا گیا ہے،

جو ہم بنی نوع انسان کی روحانی ترقیات کے لئے بیان کرنا چاہتے تھے یعنی ہمارے علم کامل میں جو تعلیمیں بنی نوع انسان کی اعلیٰ روحانی ترقیات کے لئے ضروری تھیں وہ ہم نے اس کتاب میں بیان کر دی ہیں اور دوسری جگہ فرمایا مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام: ۳۹) بنی نوع انسان کی کامل استعدادوں کی صحیح نشوونما کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت تھی وہ اس میں بیان ہوگئی ہے اور کوئی تعلیم اس کے باہر نہیں رہی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ دعویٰ کیا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً ۔(المائدہ:۴) یعنی قرآن کریم کے ذریعہ دین اپنے کمال اور روحانی نعمتیں اپنے انتہا کو پہنچ گئی ہیں۔ اب صرف اسلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

’’اس آیت میں صریح یہ بیان ہے کہ قرآن شریف نے ہی کامل تعلیم عطا کی ہے اور قرآن شریف کا ہی ایسا زمانہ تھا جس میں کامل تعلیم عطا کی جاتی۔ پس یہ دعویٰ کامل تعلیم کا جو قرآن شریف نے کیا۔ یہ اُسی کا حق تھا۔ اِس کے سوا کسی آسمانی کتاب نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ جیسا کہ دیکھنے والوں پر ظاہر ہے کہ توراۃ اور انجیل دونوں اس دعویٰ سے دستبردار ہیں‘‘۔

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۴)

آپ نے تورات اور انجیل کے متعلق جو دعویٰ کیا اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تورات نے تو یہ کہا کہ تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی مبعوث کیا جائے گا وہ خدا کا کامل کلام تمہیں سنائے گا اور جو اس کی نہیں سنے گا اور اس کی اتباع نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سے مواخذہ ہوگا۔ اگر تورات کامل ہوتی تو تورات کے بعد کسی ایسی شریعت کے نزول کا امکان بھی نہ رہتا جس کے نہ ماننے پر اللہ تعالیٰ کے غضب کے نیچے انسان آجاتا۔

اور انجیل نے یہ کہہ کر دستبرداری کا اعلان کیا کہ بہت سی باتیں قابل بیان ہیں مگر تم ان کی ابھی برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ تمہاری استعدادیں ابھی کامل نہیں ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ تعلیم کی رو سے ہر

ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہے اور کامل تعلیم کے لحاظ سے کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا''۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد نمبر۲۱ صفحہ۴)

کیونکہ ہر مذہب کو قرآن کریم اور اسلام فتح کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سامنے یہ اعلان کیا۔ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل:۸۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں اَلْحَقُّ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا وجود بھی ہے اور قرآن کریم بھی ہے تو اس آیت کے معنی یہ بنے کہ قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا جلالی ظہور ہوا اور اس جلالی ظہور کے نتیجہ میں شیطان مع اپنے تمام لشکروں کے بھاگ گیا اور اس کی تعلیمیں ذلیل اور حقیر ثابت ہوئیں اور اس کی قائم کردہ بدرسوم اور بدعات شنیعہ کا گند ظاہر ہو گیا اور اس کے گروہ کو بڑی بھاری شکست ہوئی۔

پس قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ اسی غرض کے لئے قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا چنانچہ سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (توبہ:۳۳)

ضمناً میں یہ بتادوں کہ اس آیت میں عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تک کا جو ٹکڑا ہے قرآن کریم میں تین مختلف جگہوں پر آیا ہے اور ہر سہ جگہ علیحدہ علیحدہ معانی اور مضمون کو بیان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ وہ خدا ہی ہے جو اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں کامل ہے اس نے اس رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور اس بعثت اور اس ظہور کی غرض یہ ہے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کہ تمام ادیان پر اس شریعت کی اور اس رسول ﷺ کی برتری کو وہ ثابت کرے۔ دین حق کی برتری ثابت ہوگی تو دین لانے والے کی برتری خود بخود ثابت ہو جائے گی۔ یہاں لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کہا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تمام ادیان جو آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا میں موجود تھے لیکن ان کے حلیے اور شکلیں بگڑ چکی تھیں۔ جب بھی وہ اسلام کے مقابلہ پر آئیں گے شکست کھائیں گے۔ قرآن کریم میں ایسے سامان اللہ تعالیٰ نے رکھ دیئے ہیں اور اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسلامی شریعت کے بعد اگر کوئی جھوٹا دین قائم ہوگا تو اس کے اوپر بھی یہ غالب آ جائے گا۔ کیونکہ یہاں دین کے ساتھ سابقہ ادیان کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی مثلاً بہائی ہیں انہوں نے اپنا نیا دین بنایا قرآن کریم کے مقابلہ میں۔

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ ایسے ادیان جو شریعت اسلامیہ کے بعد پیدا ہوں ان کا سر کچلنے کی بھی قرآن میں طاقت ہے۔ کیونکہ یہ اس خدا کا کلام ہے جو عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ہے جس کے علم میں ہیں وہ تمام باتیں جو آئندہ ظہور میں آنے والی ہیں تو دین اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس کے مقابلہ میں نہ اگلے نہ پچھلے کوئی دین بھی ٹھہر نہیں سکتے وہ ہر ایک پر اپنے عقلی دلائل کے ساتھ اور اپنی روحانی صداقتوں اور ہدایتوں کے ساتھ اپنی آسمانی تائیدات اور نصرتوں کے ساتھ غالب آنے کی طاقت رکھتا ہے تو هُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ تمام جہانوں کے لئے ہدایت ہونے کا دعویٰ صرف قرآن کریم نے کیا اور عملاً اسے ثابت بھی کیا ہے۔

میں نے بتایا تھا کہ ھدایت کے چار معنی لغت میں بیان ہوئے ہیں۔ پہلے معنی کے متعلق جو خطبہ چھپا ہے اس میں کچھ تھوڑا سا ابہام ہے۔ اس کی میں وضاحت کر دیتا ہوں۔ ھدایت کے پہلے معنی یہ ہیں کہ عقل اور فراست کو جس راہنمائی کی ضرورت ہے اسے بھی ھدایت کہتے ہیں۔ یعنی عقل اور فراست میں اور علوم کے حصول میں اور اس کی تحقیق میں بھی انسان میں جو طاقتیں ودیعت کی گئی ہیں محض وہ کافی نہیں بلکہ ان کے لئے بھی آسمان سے کسی ہدایت کی ضرورت ہے۔

تو یہ ھدایت قدرِ مشترک ہے تمام انسانوں میں، اس کا کسی مذہب کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ اس قدرِ مشترک کی راہنمائی بھی قرآن کہتا ہے کہ میں کرتا ہوں اور عقل تو خود اندھی ہے اگر نیر الہام اس کے ساتھ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ بتانے کے لئے کہ جسمانی قابلیتیں اور روحانی استعدادیں کافی نہیں ہوتیں جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو کر آسمان سے اس کی ہدایت کا سامان پیدا نہ کیا جائے۔ بہت سی مثالیں قرآن کریم میں دی ہیں مثلاً ایک مثال یہ دی ہے کہ شہد کی مکھی کو ہم الہام کرتے ہیں اور قرآن کریم کا محض یہ ایک دعویٰ ہی نہیں بلکہ الٰہی تصرف کے ماتحت انسانی تحقیق نے نہایت لطیف رنگ میں اور بڑی شان کے ساتھ قرآن کریم کے اس دعویٰ کو ثابت کیا ہے۔ چنانچہ شہد کی مکھی کے متعلق جو نئی تحقیق ہوئی ہے اس میں ایک یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ ان مکھیوں کی ملکہ (Queen) جب انڈے دے رہی ہو تو انڈا دیتے وقت اسے یہ الہام ہوتا ہے کہ اس انڈے میں نر بچہ پیدا ہوگا یا مادہ بچی ہو گی۔ چھتے میں مختلف جگہیں مقرر ہیں۔ ایک حصہ میں ماں وہ انڈے رکھتی ہے جن میں سے نر بچے پیدا ہونے ہوں اور چھتے کے ایک دوسرے حصہ میں ان انڈوں کو رکھتی ہے جن میں سے مادہ بچے پیدا ہونے ہوں تو سینکڑوں ہزاروں انڈے ایک مکھی جسے ملکہ کہتے ہیں دیتی ہے اور ہر موقعہ پر جب وہ انڈا دے رہی

ہو اس کو یہ بتایا جاتا ہے کہ اس میں سے نر نکلے گا یا مادہ نکلے گی۔

تو اس قسم کی بہت سی مثالوں سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ سمجھایا ہے کہ محض اپنی طاقتوں اور قوتوں اور محض اپنی عقل اور فراست اور محض اپنے علم اور محض اپنی تحقیق پر بھروسہ نہ کرنا جب تک آسمان سے تمہارے لئے ہدایت نازل نہ ہو تم کسی میدان میں کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے اور چونکہ عقل تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور وہ جو خدائے تعالیٰ کے بتائے قوانین پر عمل پیرا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو الہام کرتا ہے اور نئے سے نئے مضامین ان کے دماغ میں ڈالتا ہے عقلی میدان میں، علم کے میدان میں، خواہ کوئی مسلمان ہو یا عیسائی ہو یا دہریہ ہو یا کسی مذہب کے ساتھ یا کسی بد مذہبیت کے ساتھ یا لامذہبیت کے ساتھ اس کا تعلق ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے عقل کو مشترک ورثہ بنا کر انسانوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ علاوہ بعض دوسری ہدایتوں کے جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں ہم عقل کی بھی راہنمائی کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو بڑے لطیف پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ وحی والہام کے ذریعہ انسانی عقلوں کو اللہ تعالیٰ تیز کرتا ہے اور پھر ذہن رسا سے جو علوم پرورش پاتے ہیں قرآن کریم ان سے خادموں کی طرح خدمت لیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

’’خدا تعالیٰ کی ہستی اور خالقیت اور اس کی توحید اور قدرت اور رحم اور قیومی اور مجازات وغیرہ صفات کی شناخت کے لئے جہاں تک علوم عقلیہ کا تعلق ہے استدلالی طریق کو کامل طور پر استعمال کیا ہے اور اس استدلال کے ضمن میں...... تمام علوم کو نہایت لطیف و موزوں طور پر بیان کیا ہے...... اور...... علوم مذکورہ سے ایک ایسی شائستہ خدمت لی ہے جو کبھی کسی انسان نے نہیں لی‘‘۔

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۲۷، ۳۰ حاشیہ)

اور یہ قرآن کریم کا کمال ہے کہ باقی ادیان تو رائج الوقت علوم کے سامنے دب سکتے ہیں لیکن اسلام ہی ایک ایسا دین ہے اور قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو کسی عقلی علم کے سامنے دبتی نہیں بلکہ اس کو خادم سمجھتی اور اس سے خدمت لیتی ہے۔

ھدایت کے دوسرے معنی شریعت کے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو۔

تو ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ شریعت جو عَالِمِیْنَ کے لئے ،تمام جہانوں اور تمام زمانوں کے لئے ہے اور صرف قرآن کریم ہی ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ہے اسی لئے رسول کریم ﷺ نے دنیا کو مخاطب کر کے فرمایا اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۔(الاعراف:۱۵۹) قرآن کریم بھرا پڑا ہے اس مضمون سے کہ وہ تمام جہانوں اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ یہ صرف ایک دعویٰ نہیں بلکہ ایک نا قابلِ تردید صداقت ہے جس کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں سنیئے ۔حضورؑ فرماتے ہیں:۔

''جس قدر معارف عالیہ دین اوراس کی پاک صداقتیں ہیں اور جس قدر نکات ولطائف علم الٰہی ہیں جن کی اس دنیا میں تکمیل نفس کے لئے ضرورت ہے۔ایسا ہی جس قدر نفس امّارہ کی بیماریاں اوراس کے جذبات اوراس کی دوری یا دائمی آفات ہیں یا جو کچھ ان کا علاج اور اصلاح کی تدبیریں ہیں اور جس قدر تزکیہ اور تصفیہ نفس کے طریق ہیں اور جس قدر اخلاق فاضلہ کے انتہائی ظہور کی علامات وخواص ولوازم ہیں یہ سب کچھ باستیفائے تام قرآن مجید میں بھرا ہوا ہے اور کوئی شخص ایسی صداقت یا ایسا نکتہ الٰہیہ یا ایسا طریق وصول الی اللہ یا کوئی ایسا نادر یا پاک طور مجاہدہ و پرستش الٰہی کا نکال نہیں سکتا جو اس پاک کلام میں درج نہ ہو''۔

(سرمہ چشم آریہ۔روحانی خزائن جلد۲ صفحہ ۷۴ حاشیہ)

اس کی تفصیل آگے حضورؑ نے بیان فرمائی ہے۔پس قرآن کریم کا ہی یہ دعویٰ ہے کہ انسانی نفس کو روحانی کمالات تک پہنچانے کے لئے جس جس ہدایت اور صداقت کی ضرورت تھی وہ سب میرے اندر پائی جاتی ہے، اگر تم میری اتباع کرو گے تو روحانی بیماریوں سے محفوظ ہو جاؤ گے اور روحانی ترقیات کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے اور تم اپنے نفس کا کمال حاصل کر لو گے۔

اور ہر وہ شریعت جس کا یہ دعویٰ ہو عقلاً اس کا یہ دعویٰ بھی ہونا چاہئے کہ غیر متناہی رفعتوں کے دروازے میں تم پر کھول رہا ہوں اور قرآن کریم نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کیونکہ قرآن کریم کے شروع میں ہی کہا کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (البقرہ:۳) کہ کوئی تقویٰ کے کسی بلند اور ارفع مقام تک ہی کیوں نہ پہنچ جائے قرآن کریم اس پر تقویٰ کی مزید راہیں کھولتا ہے۔ پھر وہ آگے جاتا ہے پھر وہ مزید بلندیوں کو حاصل کرتا ہے پھر اس سے بلند تر روحانی رفعتیں اس کے سامنے آتی ہیں۔ پھر وہاں تک پہنچنے کی خواہش

اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور قرآن کریم اس کی انگلی پکڑتا ہے اور کہتا ہے تم میری اتباع کرو میں تمہیں ان مزید رفعتوں تک بھی لے جاؤں گا اسی طرح یہ سلسلہ چلا جاتا ہے اور اس کی انتہا نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو دو طرح بیان فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فیوض ہیں ان فیوض کی حد بندی نہیں کی جا سکتی اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فیضانِ حضرت احدیت کے بے انتہا ہیں اس لئے درود بھیجنے والوں کو جو ذاتی محبت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برکت چاہتے ہیں بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے۔ اسی ضمن میں آپؑ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

''میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لا انتہا نالیاں ہوتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں''۔

(اخبار الحکم ۲۸رفروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷ بحوالہ تذکرہ طبع چہارم صفحہ ۳۸۳)

تو قرآن کریم یا اسلام کا یہ دعویٰ کہ میں هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ہوں انسانی نفس کو اس کے کمالات تک پہنچانے والا ہوں، یہ اس طرح پورا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود خدائے تعالیٰ کی نگاہ میں ایک ایسا پاک وجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمتیں آپ پر نازل ہوتی رہتی ہیں یا یوں کہنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کے غیر محدود جلوے آپ پر ہر آن ظاہر ہوتے رہتے ہیں تو جو شخص بھی آپ سے محبت کرے گا اور آپ کے لئے برکت اور رحمت اور سلام چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے ذاتی محبت کے بدلے کے طور پر ان تمام فیوض سے حصہ رسدی دیتا چلا جائے گا اور جب وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کچھ حاصل کر لے گا اس عرفان کے ساتھ کہ یہاں سے غیر محدود برکتیں حاصل کی جا سکتی ہیں تو مزید برکتیں آپ سے حاصل کرنے کے لئے اس کے دل میں خواہش پیدا ہوگی اور وہ زیادہ جوش کے ساتھ اور زیادہ قلبی محبت کے ساتھ آپ پر درود بھیجنے لگے گا اور پھر زیادہ برکات کا اس پر نزول شروع ہو جائے گا۔

اور دوسرے قرآن کریم کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ قرآن کریم کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ میں غیر محدود انوار کے، میں غیر محدود برکات کے، میں غیر محدود مقامات قرب کے دروازے اپنے ماننے والوں اور قرآن کریم کی اتباع کرنے والوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے

والوں پر کھولتا ہوں چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (التحریم:۹)

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی اتباع اور نبی کریم ﷺ کی متابعت کے نتیجہ میں اس دنیا میں نور عطا ہوتا ہے، وہ نور جس طرح اس دنیا میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہتا ہے اور ان کی راہنمائی کرتا ہے اور روحانی راہوں کو ان پر روشن کرتا رہتا ہے اسی طرح دوسری دنیا میں بھی یہ نور مومن سے جدا نہیں ہوگا اور یہ نہ سمجھ لینا کہ قرآن کریم کی کامل اتباع کے نتیجہ میں صرف اس دنیا میں غیر محدود رحمتوں کے دروازے کھلتے ہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی ان رحمتوں پر کوئی حد بندی نہیں لگائی جاسکتی۔ اس وقت بھی رحمتوں کے یہ دروازے کھلے رہیں گے کیونکہ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ جو اس دنیا میں اندھا ہوگا وہ اس دنیا میں بھی بینائی کے بغیر ہوگا۔ یہاں اس کے مقابل یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ جو اس دنیا میں روشنی اور نور رکھتا ہوگا وہ نور اس دنیا میں بھی اس کے ساتھ جائے گا اور یہ نہیں کہ اس دنیا میں روحانی ترقی کے دروازے تو ایسے شخص پر کھلے رہیں گے اور وہاں جاکے صرف فصل کٹنے کے بعد جو اس کے پھلوں کے کھانے کا وقت ہوتا ہے۔ صرف ویسا ہی وقت ہوگا پھر اور مزید ترقی اسے نہیں ملے گی۔ جو پہلے اس نے حاصل کر لی ان نعمتوں سے صرف وہی حظ اور سرور حاصل کرتا رہے گا۔ یہ بات نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے انسانی روح کے لئے ایسے سامان پیدا کر دئے ہیں کہ جو نور وہ قرآن کریم کی متابعت اور آنحضرت ﷺ کے طفیل اس دنیا میں حاصل کرتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ وہاں بھی اس کی ترقیات کے دروازے کھولتا رہے گا اور اس کی راہوں کو روشن کرتا چلا جائے گا اور کہیں بھی اس راہ نے ختم نہیں ہونا۔ کیونکہ بندے اور خدا کے درمیان جو فاصلے ہیں ان کی انتہاء نہیں۔ پس بندے اور خدا کے درمیان جو مقامات قرب ہیں ان کی حد بندی اور تعین کیسے کی جاسکتی ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

”اس آیت میں یہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ ہمارے نور کو کمال تک پہنچا یہ ترقیات غیر متناہیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا، پھر دوسرا کمال نظر آئے گا اس کو دیکھ کر پہلے کمال کو ناقص پائیں گے پس کمال ثانی کے حصول کے لئے

التجا کریں گے اور جب وہ حاصل ہوگا تو ایک تیسرا مرتبہ کمال کا ان پر ظاہر ہوگا پھر اس کو دیکھ کر پہلے کمالات کو ہیچ سمجھیں گے اور اس کی خواہش کریں گے۔ یہی ترقیات کی خواہش ہے جو اَتْمِمْ کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے۔غرض اسی طرح غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا چلا جائے گا۔ تنزل کبھی نہیں ہوگا''۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۱۲۔۴۱۳)

تو قرآن کریم نے ایسا دعویٰ بھی کیا، قرآن کریم نے ایسا کر کے بھی دکھایا یعنی ہزاروں لاکھوں مقدس بندے خدا تعالیٰ کے اسلام میں ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام سے نور حاصل کر کے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی محبت سے روشنی حاصل کر کے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عشق سے ایک چنگاری لے کر ایسا نور حاصل کیا کہ وہ اس دنیا میں غیر متناہی ترقیات کے حامل ہوئے اور جو انہیں اُخروی زندگی میں ملے گا جس کا وعدہ ان سے کیا گیا ہے اس کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ وہ ایسی عجیب نعمتیں ہیں کہ ان کا تصور بھی انسان یہاں نہیں کرسکتا۔

ہدایت کے چوتھے معنی جیسا کہ میں نے بتایا تھا۔ انجام بخیر ہونے کے ہیں یعنی جنت کے مل جانے کے اور مقصد حیات کے حصول کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرہ:٦) کہ وہ لوگ جو قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں اس پر وہ مضبوطی سے قائم ہیں اور ان کے ربّ کی ربوبیت کاملہ نے جس کامل ہدایت کو نازل کیا وہ اس ہدایت کے اوپر قائم ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ فلاح کا لفظ عربی زبان میں کامل کامیابی کو کہتے ہیں کہ جس کے مقابلہ میں کوئی کامیابی کامیابی نہیں رہتی جس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ ہو جس میں کسی قسم کی کوئی خامی نہ ہو جو بھر پور کامیابی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ جو لوگ اپنے ربّ کی (جو انسان کی ربوبیت کرتا ہوا محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت میں ایک خاص بلند مقام پر ان کو لے آیا اور کامل استعدادیں اور کامل صلاحیتیں ان کو عطا کیں) ہدایت پر قائم ہیں۔ وہ ایک حقیقی اور کامل فلاح اور کامیابی کو پاتے ہیں اور پہلی تمام اُمتوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔

تو اس وقت اس خطبہ میں میں نے تعمیر کعبہ سے تعلق رکھنے والے دو مقاصد کے متعلق کچھ بیان کیا ہے۔ ایک یہ کہ (مُبٰرَكًا) اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ کعبہ کو مبارک بنائے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے ساتھ

ہر دو معنی میں بیت اللہ مبارک بن گیا اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ یہاں ایک ایسی ہدایت بھیجے جو ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ہو۔ شریعت کے کمال کی وجہ سے بھی اور اپنے افاضہ کے لحاظ سے بھی اور یہ وعدہ بھی قرآن کریم کے ذریعہ پورا ہوا ہے۔ ورنہ مکہ میں تو کوئی اور شریعت تھی ہی نہیں لیکن جو دوسری شریعتیں ہیں انہوں نے بھی نہ یہ دعویٰ کیا۔ اور نہ وہ یہ دعویٰ کرسکتی تھیں قرآن کریم نے ہی یہ دعویٰ کیا ہے اور قرآن کریم نے اس دعویٰ کو عملی میدان میں ثابت بھی کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام میں ہزاروں لاکھوں ایسے مقدس وجود پیدا ہوئے جن کی زندگیاں دلیل ہیں اس بات پر کہ جو بھی قرآن کریم کی اتباع کرتا اور اس ہدایت کے پیچھے چلتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ قرار دیا ہے وہ خدا تعالیٰ کی انتہائی برکتوں سے حصہ لیتا اور اس کا انجام بخیر ہوتا ہے اور انسانی نفس کو کمال تک پہنچانے کے لئے اور اس کے تزکیہ کو پورا کرنے کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہے وہ قرآن کریم میں پائی جاتی ہے کیونکہ ان لوگوں نے قرآن کریم پر عمل کیا اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ان کا وجود مبارک اور کامل وجود بنا اور اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت اس بات پر گواہ ہے کہ فی الواقع یہ لوگ خدا تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں اور روحانی میدانوں میں ہر لحظہ اور ہر آن ان کا قدم آگے ہی آگے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس گروہ میں شامل کرے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۴؍مئی ۱۹۶۷ء صفحہ ۱ تا ۵)

☆......☆......☆